اقتدار کی سنچری

تحریر: سہیل احمد لون

سری لنکا کے ساتھ حالیہ کرکٹ سیریز اس لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہے کہ تقریباً دس برس بعد پاکستان میں بین الاقوامی ٹیسٹ سیریز ہورہی ہے، آخری مرتبہ بھی سری لنکا کی ٹیم ہی پاکستان کے دورے پر تھی جب لاہور میں ان پر دہشت گردی کا واقعہ پیش آیا جس کے بعد ایک دہائی تک پاکستان میں بین الاقوامی ٹیسٹ سیریز نہ ہوسکی۔ میچ تو بارش کی وجہ سے ڈرا ہوگیا مگر اس کی خاص بات نئے بلے باز عابد علی کی اپنے پہلے ٹیسٹ میچ میں سینچری سکور کرنا تھا، اس سے قبل یہ کارنامہ کئی بلے باز کر چکے ہیں مگر عابد علی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے ایک روزہ بین الاقوامی میچ میں بھی سینچری سکور کی تھی، یوں وہ دنیا کے پہلے بلے باز بن گئے جنہوں نے ٹیسٹ اور ایک روزہ میچوں کا آغاز ہی سنچریوں سے کیا، اگر کوئی گیند باز سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گیند پھینکے تو وہ بھی اس بات پر فخر کرتا ہے۔ سو کی رفتار سے گیند کرانا ہو یا سنچری مکمل کرنا، اس کا ایک الگ ہی سرور ہوتا ہے۔ کرکٹ کی طرح دیگر شعبوں میں بھی سینچری کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ غریب عوام کے کچھ امیر حکمران اپنی فیکٹریوں کی سنچری مکمل کر چکے ہیں، اقتدار کے حصول کے لیے سدا بہار لوٹے سیاستدانوں کی سینچری بھی بہت اہم ہوتی ہے۔ پرویزی دور میں میڈیا کو آزادی نصیب ہوئی اور نجی چینلز اور اخبارات کی بھرمار ہوگئی۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دور میں میڈیا کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایسا آلہ ہے جس کے مناسب استعمال سے انسانی سوچ کا انداز تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ ہم اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ میڈیا نے ایک کامیاب آل راؤنڈر کی طرح نجی چینلز بنانے کی سنچری بنانے کے ساتھ ساتھ اخبارات کی سنچری بھی بنا ڈالی ہے۔ جہاں چینلز اور اخبارات کی تعداد سنچریوں میں چلی جائے وہاں معیاری صحافت ایک خواب ہی ہوسکتی ہے کیونکہ تمام ٹی۔ وی چینلز اور اخبارات کو دکھانے اور چھاپنے کے لیے مواد چاہیے اور اتنی مقدار میں معیاری مواد ملنا ناممکن حد تک مشکل ہے۔ ایک دوسرے سے برتری لے جانے کے لیے میڈیا ہاؤسز کسی حد تک بھی جانے سے گریز نہیں کرتے۔ نجی چینلوں کے اکثر ''صحافی'' مائک پکڑ کر کہیں بھی گھس جاتے ہیں اور اپنی ریٹنگ کے چکر میں وہ کچھ دکھانا شروع کر دیتے ہیں جس کی تشہیر کسی مہذب معاشرے میں کرنا قانوناً جرم ہوتا ہے۔

ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ یہاں وردی پہن کر لوگوں کی خدمت کرنے سے زیادہ غریب عوام پر رعب ڈالنے کا مکروہ رواج عمومی سی بات ہے، اب تو گلوکریسی میں کالے اور سفید کوٹوں والے بھی شامل ہوگئے ہیں جس کی مثال لاہور میں ہونے والے وکلاء اور ڈاکٹرز کے درمیان وحشت گردی ہے۔ وردی میں گلوکریسی میں ہم پہلے سے خودکفیل تھے جب سے میڈیا نے چینلز اور اخبارات کی سنچریاں بنائیں ہیں صحافی بھی اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنا شروع ہوگئے ہیں۔ حالانکہ وردی پہنے کوئی اہلکار ہو یا مائک تھامے کوئی صحافی دونوں پر قانون ،اصول اور ضوابط لاگو ہوتے ہیں۔ پولیس کی غنڈہ گردی سے عام انسان اتنا خوف کھاتا ہے کہ بیچارے کا کوئی مسئلہ ہو تو تھانے جا کر رپورٹ درج کروانے سے پہلے سو بار سوچتا ہے۔ مہذب معاشروں میں صحافت کی ڈگری کرنے کے دوران Media laws and

ethics کو بھی باقاعدہ لازمی مضمون کے طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ اس کے لیے مختلف کورٹ کچہریوں میں صحافت کے طالب علموں کو لیکر جاتے ہیں جہاں ان کو یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ کورٹ کیس کی رپورٹنگ کیسے کرنی ہے۔ A Journalist must not engage in intimidation, harassment or in persistent pursuit; persist in questioning, telephoning or photographing individuals once asked to stop, remain on someone's property after asked to leave, follow people etc.

ہمیں میڈیا مالکان مائک ہاتھ میں تھما دیتے ہیں اور ریٹنگ کے لیے ہمیں کسی زندہ کو جلتے ہوئے دکھانا پڑے، حادثے یا بم دھماکے میں زخمی ہو کر ہسپتال لے جاتے ہوئے سٹریچر روک کر فوٹیج بنانا پڑے، کسی کا معصوم بچہ حادثے میں ہلاک ہو جائے تو میت کے سرہانے بین کرتی ماں سے احمقانہ سوال کرنا پڑے، کسی کمسن کی عصمت لٹ جائے تو اس کے ساتھ اس کے گھر والوں کی عزت کا جنازہ نکالنا پڑے، بچوں کے ساتھ بدفعلی ہو تو انہیں معصوموں کو کیمرے کے سامنے ان کی فیملی سمیت کھڑا کر کے الٹے سیدھے سوال پوچھنے پڑیں تو ہم کو ذرا بھی شرم نہیں آتی۔ برطانیہ میں آزادی رائے کی مکمل آزادی ہے اور میڈیا بھی آزاد ہے اس کے باوجود قومی سلامتی کے امور کو ترجیح دی جاتی ہے جسکی مثال انجم چوہدری ہے جسے اس لیے جیل بھیج دیا گیا تھا کیونکہ اس نے ISIS کی حمایت میں سڑکوں پر تقریریں کیں اور ملک میں شریعہ لاء نافذ کرنا کا مطالبہ کیا۔ اس کی تقریروں کے بعد برطانیہ سے مسلم نوجوانوں نے جہاد کے لیے شام جانا شروع کر دیا تھا۔ برطانوی صحافت کی تاریخ کا سب سے کامیاب تحقیقاتی صحافی مظہر محمود جو ڈھائی دہائیوں تک بڑے بڑے سکینڈل بے نقاب کرتا رہا جسے لوگ Fake Sheikh یا King of stings کے نام سے جانتے تھے۔ یہ وہی ہے جس نے پاکستانی کرکٹرز کو ولائتی جیل تک پہنچا دیا تھا اسے صحافت کے قانون وضوابط کی پاسداری نہ کرنے پر پندرہ ماہ کے لیے جیل جانا پڑا تھا اور اس کا صحافتی کیئریر بھی ختم ہو گیا۔ قانون کے کٹہرے میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ اس نے پچیس برس کی صحافت میں کتنے سکینڈل بے نقاب کیے، قانون نے یہ دیکھا کہ کیا اس نے قانون کے خلاف ورزی کی، کہاں اس نے صحافتی اصولوں اور ضوابط کو نظر انداز کیا۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم عہدے یا منصب کا ناجائز استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اپنی طاقت کے ناجائز استعمال پر تو امریکہ کے صدر رچرڈ نکسن کو بھی impeachment کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ رچرڈ نکسن، انجم چوہدری اور مظہر محمود جیسے لوگ تو وہاں قانون کی زد میں آتے ہیں جہاں قانون صرف غریبوں کے لیے نہیں بلکہ طاقت ور کے لیے بھی اتنا ہی طاقت ور ہے۔ جہاں ملک کا وزیراعظم بمعہ فیملی پانامہ لیکس کے سکینڈل میں ملوث پائے جائیں مگر اس کے باوجود وہ جیل سے نکل کر بھرپور پروٹوکول کے ساتھ بیرون ملک علاج کروانے آ جائیں تو انکی آف شور کمپنیوں کی سنچری بننے سے پہلے ان کو کوئی کلین بولڈ نہیں کر سکتا۔ سنچری تو سنچری ہوتی ہے چاہے رنز کی ہو یا آف شور کمپنیوں کی۔ میاں صاحب سے اقتدار کی کرسی چھن جانے کے بعد نون لیگ کی قیادت جس طرح میاں صاحب کے خاندان میں رہی اس دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ میاں صاحب کا خاندان اقتدار میں رہنے کی سنچری بنانے کی پلاننگ کر چکا ہے۔ عمران خان کی باؤلنگ کے سامنے میاں نواز شریف اب زیادہ دیر تک سیاسی کریز پر کھیلتے دکھائی نہیں دیتے اور امپائر کی انگلی ہلکی سی اپیل پر کسی وقت بھی کھڑی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح پیپلز پارٹی بھی اپنی تیسری نسل میدان میں اتار چکی ہے اور

وہاں بھی سیاسی جماعت کی قیادت ایک مخصوص خاندان کے گرد ہی گھوم رہی ہے، اگر یہ سب چلتا رہا تو فکر نہ کریں پاکستانی عوام کی ذلت آمیز زندگی کی سنچری بننے میں بھی چھبیس سال باقی رہ گئے ہیں۔ جہاں حقیقی جمہوریت ہوتی ہے وہاں سیاسی جماعت کی قیادت وراثت میں نہیں ملتی، برطانیہ کے حالیہ انتخابات میں نتائج کے بعد لیبر پارٹی اور لبرل ڈیموکریٹس کی سیاسی قیادت نے شکست تسلیم کرنے کے بعد اخلاقی طور پر خود ہی سیاسی جماعت کی قیادت چھوڑنے کا اعلان کر دیا جس کے بعد جمہوری طریقے سے انکی جگہ نئے سیاسی قائدین کا انتخاب ہوگا۔ کرکٹر عابد علی کو بتیس برس کی عمر میں بین الاقوامی کرکٹ کھیلنے کا موقع ملا تو انہوں نے ون ڈے اور ٹیسٹ دونوں فارمیٹ میں سنچریاں سکور کر کے منفرد عالمی ریکارڈ اپنے نام کیا جس کے لیے اسے ڈومیسٹک کرکٹ میں پرفارمنس دے کر اپنی اہلیت منوائی مگر سیاست میں میرٹ اور پرفارمنس کی بجائے خاندانی پس منظر دیکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مخصوص خاندانوں نے ملکر اقتدار کی سنچری مکمل کر لی ہے اگر نظام نہ بدلا تو یہی خاندان اقتدار کی سنچریاں بھی مکمل کریں گے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

15-12-2019